امتِ مسلمہ اور صیہونی و صلیبی اہداف

سید یونس الحسنی

اکیسویں صدی کا آغاز ہو چکا، براعظم ایشیا کی قسمت کا سورج اب بھی گہن زدہ ہے، غربت اپنی تمامتر قہر سامانیوں کے ساتھ موجود ہے، ہر قسم کے قدرتی وسائل رکھنے کے باوجود ابھی تک اسے خوشحالی نصیب نہیں ہو سکی۔ مغربی طاغوت اور ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے مخصوص مفادات کیلئے اس وسیع و عریض مگر زرخیز خطے کا ہمہ نوعی استحصال کر رہی ہیں۔ برسر اقتدار گروہ اور مراعات یافتہ طبقات خدایان افرنگ کے ایجنٹ اور آزیری مخبر بن کر اس خطے کی ساری دولت امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں منتقل کرتے رہے ہیں۔ یہاں کے باشندے آج بھی سولھویں سترھویں صدی کے عکاس ہیں۔ بایں ہمہ وطن عزیز اپنی معیشت کی بحالی کیلئے حالت جنگ میں ہے۔ سابقہ حکومتوں کی خلط ملط پالیسیوں کے باعث اقتصادی بحران تیز تر ہوتا چلا گیا۔ کوئی ٹھوس معاشی پالیسی بوجوہ تشکیل نہ پا سکی کہ ملک ترقی کر کے اپنے پاؤں پہ کھڑا ہوتا۔ سیاسی حکمرانوں نے قرض پر قرض چڑھا کر بدحالی کے راستوں کو اس قدر وسیع تر کر دیا ہے کہ کچھ سجھائی اور دکھائی نہیں دیتا۔ ہم جمہوریت کے نام پر مخصوص یلغار کی زد میں ہیں۔ کشکول توڑنے کا دعویٰ کرنے والے گداگری کی ایسی تاریخ رقم کر گئے کہ ماضی جس کی نظیر پیش کرنے سے بالکل عاجز ہے۔ ملک کو ایشین ٹائیگر بنانے کی نوید سنا کر "دختر مشرق" نے قوم کو مفلوک الحال بنانے کا نیا ریکارڈ قائم کیا اور خود دامان مغرب میں پناہ گزیں ہونا النسب جانا۔ حالات کے دھارے اس انداز سے باہم متصادم ہو رہے ہیں کہ کسی پیشگوئی کا یارا نہیں۔ بیرونی طاقتوں کے مفادات کا ٹکراؤ جو روپ اختیار کر رہا ہے اسکی تصویر کشی ممکن نہیں۔ البتہ غور طلب امر یہ ہے کہ اس پس منظر کا پیش منظر کیسا ہوگا؟۔

دوسری طرف موجودہ دور کے مفکرین اسلام، دانشورانِ ملت، علمائے امت اپنی تقاریر اور رشحات قلم کے ذریعے بڑے اصرار سے یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ نئی صدی عظمت و غلبۂ اسلام کی صدی ہوگی۔ اس بات کے صدق و کذب کا فیصلہ تو بیسویں صدی کی تاریخ کے گمشدہ اوراق کے بعد طلوع پذیر صدی کا قرطاس نو ہی کریگا۔ فی الوقت قطعیت سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ نظر بہ ظاہر عالم اسلام ہر قسم کے اندرونی خلفشار کا نخچیر ہے۔ اقوام مغرب کا مفاد مسلمانوں کے انتشار ہی میں مضمر ہے، وہ انکی باہمی سر پھٹول کو بہ لطائف الحیل قائم رکھنا چاہتی ہیں۔ روسی کمیونزم کی تباہی کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ایک قطبی نظام نے عہد حاضر کی سیاسی، تہذیبی اور معاشی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ اب اسلام اور اسلامیان عالم یہود و نصاریٰ کا براہ راست ہدف ہیں۔ وہ انہیں مغرب اور انسانی تمدن کا بدترین دشمن گردانتے ہوئے پوری توانائی سے انکے خلاف پراپیگنڈہ مہم چلائے ہوئے ہیں۔ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی اصطلاحات انہی کیلئے مخصوص کر دی گئی ہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر کے تحت امت مسلمہ کو موت کی نیند سلانے کیلئے "حقوق انسانی" اور "حقوق نسواں" کی

شوگر کوٹڈ گولیاں دی جارہی ہیں۔ مساجد اور مدارس کی بندش کے منصوبے بنائے جاچکے ہیں۔ قرآن کے فلسفہ جہانگیری و جہانبانی کو "نیک ورلڈ آرڈر" قرار دیکر پوری دنیا پر یہودیت کی حمرانی کے خواب دیرینہ کو تعبیر بخشنے کی تدبیر کی جارہی ہے۔ حال ہی میں شب بھر کی انیس سالہ طوالت کے بعد امریکی سربراہ مملکت بل کلنٹن نے برصغیر کے ممالک کو وصال آشنا کیا۔ وہ پوری حشر سامانیوں کے ساتھ سات سمندر پار سے آئے اور پاک و ہند کے باسیوں کو کسی گھن چکر میں چھوڑ کر رفو چکر ہو گئے۔ انکی "آمد و رفت" مذکورہ صدر مخصوص مفادات کے تحت تھی۔ مگر۔ واحسرتا۔ ہمارے "بھولے بھالے" لوگ اور "گڑ بڑ گھٹیالے" راہنما ۔کیا کہیں۔ پہلے قدرے سوختنی ۔دوسرے کاملاً فروختنی۔ دونوں ہی "عطار" کے اس "عیار" لونڈے سے بہت سی خفی و جلی توقعات وابستہ کیئے ہوئے تھے۔ دیدۂ عبرت سے دیکھیے۔ کسی کی کوئی امید بر نہ آئی پھر بھی اول الذکر حال مست۔ ثانی الذکر چال مست۔ حالانکہ بقول شورش

"توقع خیر کی ممکن نہیں لعینوں سے"

وطن عزیز کی صورت حال دیدنی ہے نہ شنیدنی۔ رعایا اتنی ہے یا نہیں۔ البتہ رہنماؤں کی لمبی ڈار پورے طمطراق کے ساتھ موجود ہے۔ یہ میرا پاکستان۔ جنت کو شرمائیں جس کے ہرے بھرے میدان۔ اپنی بساط کے مطابق خانوں، سرداروں، نوابوں، مخدوموں ، رئیسوں، وڈیروں، چودھریوں اور میاؤں کے معاملے میں خود کفیل ہوچکا ہے۔ جسکو دیکھو لیڈر ہے جسے پوچھو راہبر ہے، ہر ایک اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ الاپتا۔ کسی شتر بے مہار یا اسپ بے لگام کے مانند ان دیکھی منزل کی جانب اندھا دھند جارہا ہے۔ قوم کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کا سندیسہ دیتا ہے مگر خود کسی کے ساتھ مل بیٹھنے کو تیار نہیں۔ معلوم ہوتا ہے پتلیوں کا تماشہ لگا ہے جنکی نادیدنی ڈوریں گہرے سمندروں کی تند خو موجوں کے ادھم پر ناچتی ہیں۔ قومی اتحاد اور یکجہتی بھولی بسری بے معنی آشاؤں کی اصطلاح، استحکام وطن ایک پسماندہ ترکیب تہذیب و شائستگی متروکات سخن اور نفاذ اسلام رجعت پسندانہ طرز عمل ہو کر رہ گئی ہے۔ صیہونی و صلیبی این جی اوز کے تراشیدہ و خراشیدہ ان رہنماؤں نے پیدا کی ہیں جنہیں ہم سب نے عمداً یا سہواً اپنے آیڈیلز بنا رکھا ہے۔ یہ چمن خزاں رسیدہ کیونکر بہار آشنا ہو۔ ہوائے جانفزا کے جھونکے کیسے آئیں۔ یگانگت کے پھول کیسے کھلیں۔ خوشیوں کے گلاب کیونکر مہکیں، غربت کی آکاس بیل سے چھٹکارا کیسے ملے۔ جمہوریت کا آسیب کیسے دور ہو۔ اسلام کی برکتیں کیونکر حاصل ہوں۔ آج ان سوالات پر سوچ بچار ہونا چاہیے۔ یہ تقاضائے وقت ہے مگر سفید فام آقا کی روپہلی شطرنج کے سیاہ فام مہرے اپنا کام دکھاتے ہیں۔ وہ افراد ملت کو مل بیٹھنے نہیں دیتے کہ یہی حکم حاکم ہے اسکا مفاد اس میں ہے کہ قوم ملت کا روپ نہ دھارنے پائے۔ اسے نیم دروں نیم بروں کی حالت میں رہنے پر مجبور کیا جائے۔ ہمارے ہاں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی راہنما بن کر کھڑا ہو وہاں یہی کچھ ہوتا ہے۔ ایک دوستدار عزیز نے عجب کہانی سنائی۔ کچھوا، بگلا، سانپ اور بندر انتہائی گہرے

بقیہ ۱۱ پر